نقطۂ نظر:

امام رضی الدین حسن الصغانی ۔ بدایونی یا لاہوری؟

زاہد منیر عامر☆

چھٹی صدی ہجری کے نام ور محدث اور امام لغت رضی الدین حسن الصغانی (۵۷۷ھ / ۸۲۔ ۱۱۸۱ء ۔ ۶۵۰ھ / ۱۲۵۲ء) کی دلچسپ اور نصیحت افروز زندگی کے احوال و کوائف اور ان کی علمی خدمات عام طور پر نگاہوں سے اوجھل ہیں' جملہ احوال و کوائف سے قطع نظر بعض اصحاب قلم کی نگارشات نے ان کے مولد کے حوالے سے بھی صورت حال کو غیر واضح کر دیا ہے۔ مثلاً

(i) تذکرہ نگاروں نے لاہور کو صغانی کا مولد قرار دیا ہے۔

(ii) کچھ سوانح نگاروں کے خیال میں صغانی بدایوں میں پیدا ہوئے۔

(iii) مشارق الانوار کے مترجم مولوی خرم علی صاحب نے چغان کو صغانی کی جائے ولادت قرار دیا

کسی بھی شخصیت کے سوانحی مطالعہ میں اس کی تاریخ ولادت اور مولد کے بارے میں درست معلومات کی جو اہمیت ہے وہ اصحاب تحقیق سے پوشیدہ نہیں' مولد کے بارے میں درست معلومات شخصیت کے مطالعہ کی بہت سی گرہیں کھولنے اور بہت سے رجحانات کی کنہ تک پہنچنے میں ہماری مدد کر سکتی ہیں ۔ چنانچہ ہم زیر نظر مقالہ میں صغانی کی جائے ولادت کے حوالے سے حقیقت دریافت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

امام رضی الدین حسن کے نام میں صغانی کا اضافہ دراصل چغانیان ہی کی نسبت سے ہے جس کی تعریب کے ذریعے سے اسے صغانیان' یا صاغانیان بھی کہا جاتا ہے' جو ماورائے النہر کی ولایت کا ایک شہر ہے۔ امام صغانی کے ابا واجداد کا تعلق اسی شہر سے تھا لیکن صغانی کے والد محمد بن حسن الصغانی (بگمان غالب) سلطان محمود غزنوی (متوفی ۲۳ ۔ ربیع الاول ۴۲۱ھ / ۳۱ ۔ مارچ ۱۰۳۰ء کے عہد میں' وسط ایشیا میں پائے جانے والے سیاسی عدم استحکام کے باعث (۱)' صغانان

(☆) استاذ شعبہ اردو' پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج ۔ لاہور

سے ہجرت کر کے غزنہ آگئے تھے، پھر جب سلطان محمود غزنوی کی وفات کے بعد شہزادوں کی لڑائیوں سے زوال سلطنت کا عمل شروع ہوا تو غزنہ میں بھی بے چینی کا آغاز ہو گیا، سلطان یمین الدولہ خسرو شاہ کی تخت نشینی تک غزنی سلطنت کی بنیادیں ہل چکی تھیں چنانچہ سلطان خسرو شاہ بھاگ کر لاہور آگیا (۲)، جب بادشاہ نے لاہور میں پناہ حاصل کی تو عوام نے بھی لاہور کا رخ کیا اور اسی زمانے میں کسی وقت محمد بن حسن الصغانی غزنہ سے لاہور آ کر قیام پذیر ہو گئے۔ محمد بن حسن الصغانی کے قیام لاہور اور یہاں تعلیم حاصل کرنے کی شہادت ہمیں خود امام صغانی کی تحریروں سے مل جاتی ہے (۳)

اس پس منظر میں چغان / چغانیان کو صغانی کا مولد قرار دینے کی جو حیثیت ہے وہ ظاہر ہے، یوں بھی مولوی خرم علی بلہوری صاحب (۴) اس رائے میں تنہا ہیں اور انہوں نے اس خیال کے حق میں کوئی دلیل یا حوالہ پیش نہیں کیا ہے۔

اب ہم ان اصحاب کی تحریروں پر ایک نظر ڈالتے ہیں جنہوں نے بدایوں کو صغانی کا مولد قرار دیا ہے:

۱۔ خلیق احمد نظامی صاحب نے اپنی معروف کتاب "تاریخ مشائخ چشت" میں لکھا ہے:

"حضرت مولانا رضی الدین حسن صغانیؒ صاحب مشارق الانوار، جن کا نام ہندوستان کے علمائے حدیث میں سرفہرست آتا ہے، محمد غوری کی فتوحات کا سلسلہ شروع ہونے سے تقریباً دس سال قبل بدایوں میں پیدا ہوئے تھے، وہیں انہوں نے دینی تعلیم حاصل کی اور وہیں اپنا ابتدائی زمانہ گذارا۔" (۵)

نظامی صاحب نے یہی بات اپنے ایک مقالے میں بھی دہرائی ہے۔

"مولانا رضی الدین حسن صاحب مشارق الانوار جن کے درس و تدریس کی بادشاہت بغداد و بخارا تک پھیلی ہوئی تھی اسی ملک (بدایوں) سے اٹھے تھے۔

"......ان بزرگوں نے اپنے خون جگر سے اس چمن کی آبیاری کی تھی جس (چمن: بدایوں) میں مولانا رضی الدین حسن جیسے نونہال نے پرورش پائی بدایوں کا یہ قابل فخر فرزند، جو جنگ ترائن سے دس سال قبل پیدا ہوا تھا۔ جب اسلامی

دنیا کے سب سے بڑے مرکز بغداد پہنچا تو بڑے بڑے عالموں کے سر اس کے سامنے جھک گئے (٦) "

۲۔ تاریخ ہند کے مصنف سید ہاشمی فرید آبادی نے صغانی کی ولادت و تعلیم کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا:

"وہ سلطان نظام الدین اولیاء کی طرح بدایوں میں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم یہیں حاصل کی"

ہاشمی صاحب نے یہی نقطۂ نظر تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت کی جلد اول میں دہرایا ہے۔

۳۔ صاحب "قاموس المشاہیر" نظامی بدایونی اپنی ایک نظم "بدایوں سے خطاب" میں امام صغانی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اک رضی دین محدث جب علی گڑھ سے چلے
وہ کشش سے خاک کی تیری یہیں آکر تھمے (۸)

۴۔ اس موضوع پر سب سے زیادہ توجہ ضیاء احمد بدایونی صاحب نے فرمائی ہے' انہوں نے "علامہ صغانی کا وطن" کے زیر عنوان ایک طویل مضمون قلمبند کیا ہے جس کے آخر میں لکھا ہے:
"ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ مولانا صغانی کا موطن و مولد بدایوں ہی تھا اور ابتدا میں منشا بھی بدایوں ہی رہا" (۹)

اس اقتباس میں ضیاء احمد صاحب نے بدایوں کو نہ صرف صغانی کا مولد بلکہ منشا بھی قرار دیا ہے' اسی خیال کے تسلسل میں صاحب "تذکرۃ الواصلین" میں بیان بھی ملاحظہ کر لیا جائے۔

"زمانہ عہد سلطنت قطب الدین ایبک یا شروع عہد شمس میں بدایوں تشریف لا کر سکونت پذیر ہوئے (۱۰) "

گویا بدایوں' صغانی کا نہ صرف مولد بلکہ مسکن و منشا بھی رہا۔ تاہم مولد' مسکن اور منشا میں اہم ترین حیثیت مولد کی ہے اور جو علاقہ' کسی شخصیت کا مولد ثابت ہو وہ اس کا مسکن و منشا بھی ہو سکتا ہے۔

یہاں محولہ بالا اقتباسات کے بعد سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر واقعی بدایوں ہی صغانی کا

مولد، مسکن اور منشا تھا تو پھر وہ لاہوری کیونکر مشہور ہوئے؟

"علامہ صغانی کا وطن" کے فاضل مصنف نے ہی اس سوال کا جواب دیا ہے ملاحظہ ہو:

"وہ بدایوں میں سکونت پذیر تھے وہیں ایک زمانے تک تحصیل علم کی پھر لاہور تشریف لے گئے، لاہور کے طویل قیام کی وجہ سے لوگ ان کو لاہوری سمجھنے اور کہنے لگے اور یہ غلطی چل پڑی" (۱۱)

اب آیئے ایک نظر ان دلائل پر بھی ڈالتے ہیں جن کی اساس پر اس دعوے کی ساری عمارت قائم ہے:

خلیق احمد نظامی صاحب، جنہوں نے تاریخ مشائخ چشت کے محولہ بالا اقتباس میں صغانی کو بدایونی قرار دیا، اپنی ایک اور تصنیف "حیات شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ" کے مقدمے "ہندوستان میں علوم اسلامی کا نشو و نما۔ شیخ محدث سے قبل" میں لکھتے ہیں

"مولانا رضی الدین حسن صغانی صاحب مشارق الانوار کے متعلق شیخ نظام الدین اولیا کا بیان ہے "او از بدایوں بود" .... ظاہر ہے ان کی تعلیم نہایت اعلیٰ پیمانے پر ہوئی ہو گی اور یقیناً بدایوں میں اس وقت اچھے علمی ادارے موجود ہوں گے (۱۲)

گویا نظامی صاحب کے نظریے کی اساس میں حضرت شیخ نظام الدین اولیاؒ کا بیان کار فرما ہے

دوم، ضیاء احمد بدایونی صاحب نے اپنے دعوے کی دلیل یوں قائم کی ہے:

"ان کے (صغانی کے) تذکرہ نگاروں میں دو فاضل ایسے ہیں جن کو ان سے شرف ملاقات حاصل ہوا ہے، یاقوت رومی اور ابن الفوطی، مگر جہاں تک یاد پڑتا ہے دونوں ان کے لاہوری ہونے کے بارے میں خاموش ہیں بلکہ یاقوت نے تو اس انداز میں تذکرہ کیا ہے کہ گویا علامہ ممدوح براہ راست چغان (ماورا النہر) سے عراق گئے ہیں جو بالبداہتہ اور بالاتفاق غلط ہے۔ کتبی نے ان کے کچھ حالات، ان کے شاگرد دمیاطی کے حوالے سے تحریر کیے ہیں لیکن وطن پر دونوں نے روشنی نہیں ڈالی ۔ اب فوائد الفواد کا نمبر آتا ہے، یہ حضرت محبوب الٰہی بدایونی

قدس سرہ کے ملفوظات ہیں جو ۷۰۷ھ سے لے کر ۷۲۲ھ تک سولہ سال سے متعلق ہیں"

اس کے بعد ضیاء بدایونی صاحب نے فوائد الفواد کا وہی مختصر اقتباس نقل کیا ہے جس کی طرف خلیق احمد نظامی صاحب کے محولہ بالا اقتباس میں اشارہ ہے۔ اس کے بعد انہوں نے لکھا ہے۔

"حضرت محبوب الٰہی کی شہادت اور امیر حسن کی روایت کے بعد علامہ کی وطنیت میں شک اور ان کے بدایونی ہونے میں تامل کرنا ایک ایسا وہم ہے جس کی دوا لقمان کے پاس بھی نہیں (۱۳) "

اس 'قول فیصل' کے بعد یہ سوال جواب طلب رہا جاتا تھا کہ پھر وہ رضی الدین صغانی کون ہیں جن کا لاہور میں پیدا ہونا امام شمس الدین ذہبی تاریخ الاسلام میں' عبدالقادر القرشی نے الجواہر المضیئہ میں علامہ کفوی نے الاعلام الاخیار میں سید مرتضیٰ زبیدی نے تاج العروس میں غلام علی آزاد بلگرامی نے سجۃ المرجان میں 'السیوطی نے بغیۃ الوعاۃ میں' رحمان علی نے تذکرہ علمائے ہند میں" اور دیگر مصنفین نے متعدد کتب تذکرہ میں بیان کیا ہے؟ اس مشکل سوال کا جواب نہایت آسانی سے فراہم ہو گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ مولانا رضی الدین صغانی بدایونی اور حضرت مولانا رضی الدین لاہوری دو الگ الگ شخصیات ہیں دونوں نے مشارق الانوار کے نام سے کتابیں لکھی ہیں دوسرے مولانا رضی الدین بعد زمانہ حضرت محبوب الٰہی ہوئے ہیں اور ان کا مزار لاہور میں ہے' اول الذکر کا مزار بدایوں میں ہے' لیکن ان کی قبر شریف کا ٹھیک پتہ معلوم نہیں ہے کہ وہ بدایوں میں مدفون ہیں (جہاں ان کی قبر ہے) اس میں ایک قبر اور کچھ چراغ دان بنے ہوئے ہیں یہ قبر مولانا کی ہے مگر اس پر وثوق نہیں ہے لیکن وہ قبر کسی بزرگ کی ضرور ہے" (۱۴)

اگرچہ اس ساری عبارت سے تذبذب اور عدم تیقن کی کیفیت آشکارا ہے تاہم یہ وضاحت ضروری ہے کہ مشارق الانوار کے نام سے متعدد کتب لکھی گئی ہیں' جن کی تفصیل کشف الظنون (۱۵) اور اس کے ذیل ایضاح المکنون (۱۶) میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے اور اس پر مستزاد بعض تصنیفات کی طرف ہم نے اپنے ایک مضمون "صغانی کی مشارق الانوار۔ ایک جائزہ (۱۷) " میں توجہ دلائی ہے لیکن ایسی کسی مشارق الانوار کا کوئی سراغ ابھی تک نہیں مل سکا ہے کہ جس کا نام' موضوع' فن وہی ہو جو صغانی کی کتاب کا ہے' اس کے مصنف کا نام بھی رضی

الدین حسن الصغانی ہو، دونوں کا زمانہ بھی ایک ہو، اگرچہ مختلف زمانوں میں کتابوں کے نام کا اشتراک ہو سکتا ہے، مختلف فنون میں لکھنے والے مصنفین کے نام یکساں ہو سکتے ہیں لیکن ایک ہی زمانے میں ایک ہی موضوع پر ایک ہی نام سے دو مختلف اصحاب کتاب لکھیں اور ان دونوں لکھنے والوں کا نام بھی ایک ہو۔ ایسا ہونا محالات میں سے ہے'۔

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ اس غلط فہمی کا آغاز "نزھۃ الخواطر" سے پیدا ہوا ہے جس میں پہلی بار صغانی لاہوری اور صغانی بدایونی کے ناموں سے دو الگ شخصیات قائم کی گئی ہیں اور دونوں کا ذکر ساتویں صدی ہجری کے علماء میں کیا گیا ہے صغانی اول کا ذکر تاریخ وفات (۶۵۰ھ/ ۱۲۵۲ء) کی صراحت کے ساتھ کیا گیا ہے جبکہ صغانی بدایونی کی تاریخ ولادت و وفات کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا (۱۸)

ایک کی تاریخ وفات اور دیگر کوائف کی اطلاع دینے اور دوسری شخصیت کی ولادت و وفات کے باب میں یکسر بے خبری سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ دوسری شخصیت کا وجود محض بر بنائے غلط فہمی ہے۔ اگر واقعی بدایوں میں بھی کوئی رضی الدین حسن الصغانی گذرے ہوتے ان کی نسبت بھی چغانیان / صغانیان سے ہوتی، انہوں نے بھی مشارق الانوار ہی کے نام سے علم حدیث میں کوئی کتاب لکھی ہوتی تو ان کا ذکر دیگر کتب تاریخ و تذکرہ میں بھی ہوتا جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ امام صغانی کا ذکر تو ادب، تاریخ اور رجال سے متعلق قریباً تمام اہم عربی مصادر میں مل جاتا ہے لیکن صغانی بدایونی کا کوئی تذکرہ کہیں دستیاب نہیں ہوتا۔ چنانچہ ہم صغانی نام کی دو الگ شخصیات کی بحث ترک کرتے ہوئے اب بدایونی اصحاب کے دلائل کی طرف رجوع کرتے ہیں جو انہوں نے صغانی کے بدایونی ہونے کے حق میں قائم کیے ہیں۔ مختلف بدایونی تذکرہ نگاروں کی آرا کو مجتمع کیا جائے تو بنیادی طور پر صرف دو باتیں سامنے آتی ہیں جن کی بنا پر وہ صغانی کو بدایونی قرار دیتے ہیں:

۱۔ پہلی دلیل یہ ہے کہ ابن الفوطی اور یاقوت کی صغانی کے مولد کے بارے میں خاموش ہیں۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ فواد الفواد میں لکھا ہے "او از بداون بود"

جہاں تک ابن الفوطی اور یاقوت کی صغانی کے مولد کے بارے میں خاموشی کا

تعلق ہے تو اس خاموشی سے یہ کب ثابت ہوتا ہے کہ صغانی بدایوں میں پیدا ہوئے تھے' اگر خاموشی' بدایوں میں ولادت پر دال ہے تو پھر لاہور پر کیوں نہیں؟

اب ہم فوائد الفواد کی طرف توجہ کرتے ہیں' وہ اسباب جن کے باعث فوائد الفواد کے بیان کو اس درجہ اہمیت دی گئی ' دو ہیں 'اول یہ کہ فوائد الفواد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جنہیں امیر حسن علا سجزی نے خود حضرت خواجہ صاحبؒ سے سن کر قلم بند کیا۔

دوم : حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ نے حدیث کی تعلیم مولانا کمال الدین زاہد سے حاصل کی تھی جن کا سلسلہ و تلمذ دو واسطوں سے ' صغانیؒ سے مل جاتا ہے' سیر الاولیاء میں ان دو واسطوں کی تفصیل یوں درج ہے۔

"مولوی کمال الدین زاہد شاگرد مولانا برہان الدین بلخی شاگرد مولانا رضی الدین حسن صغانی (۱۹)

فوائد الفواد کے محولہ بالا جملے کے حوالے سے مزید تصریحات سے پہلے ضروری ہے کہ قارئین کرام ۔ فوائد الفواد کے قدرے طویل اقتباس کو گوارا فرمائیں تاکہ اس جملے کا سیاق و سباق روشن ہو سکے:

"بعد ازان نسبت حدیث سخن در فضیلت مولانا رضی الدین صغانی کہ صاحب مشارق است' افتاد رحمہ اللہ علیہ ۔ وآنچہ او بشنہ است کہ این کتاب حجت است میان من و خدای و اگر حدیثی برو مشکل شدی رسول علیہ الصلوۃ والسلام را در خواب دیدی و صحیح کردی بعد ازان فرمود کہ او از بداون بود بعد ازان در کول آمد و نائب مشرف شد- مشرفی کہ منسوب او بود او ہم اہل بود مگر روزی این مشرف سخنی گفت' مولانا رضی الدین تبسمی کرد' مشرف دوات جانب او فرستاد' او منحرف شدبد و نرسید چون آنچنان بدید ازان مقام برخاست و گفت کہ مارا پیش ازین باجہاں نشت و برخاست نمی باید کرد" (۲۰)

بلاشبہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا علیہ الرحمہ کا حوالہ بہت قابل احترام اور لائق توجہ

ہے لیکن اس بات سے کسے انکار ہو سکتا ہے کہ فوائد الفواد سوانح یا تاریخ کی کتاب نہیں بلکہ ارشادات و ملفوظات کا مجموعہ ہے اس لیے اس میں تاریخی واقعات کے بیان کی جانب وہ توجہ نہیں ہو سکتی جو کتب تاریخ و سوانح کی تالیف میں ہو سکتی ہے۔

ثانیاً: محولہ بالا اقتباس سے صاف ظاہر ہے کہ بداوں کا حوالہ محض سرسری طور سے آیا ہے۔ اس سلسلہ کلام میں صغانی کے حالات زندگی سے بحث نہیں ہو رہی ہے۔

ثالثاً: "او از بداون بود" کے الفاظ سے یہ دو ٹوک فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ وہ بدایوں میں پیدا ہوئے تھے یہاں رہے تھے یا یہاں ان کی زندگی کا ابتدائی دور گذرا تھا۔

رابعاً: طویل زمانہ گذر جانے کے باعث فوائد الفواد کے متن میں بہت سے انحرافات در آئے ہیں، اس کی قدیم ترین اشاعت ۱۲۸۲ھ/۶۶۔ ۱۸۶۵ء کی ہے (مطبع حسنی دہلی باہتمام احمد حسن خان)، جبکہ قلمی نسخوں میں ترقیمے کی عبارت کے ساتھ قدیم ترین نسخہ ۱۱۶۱ھ / ۱۷۴۸ء کا ہے جو کتب خانہ سالار جنگ میوزیم حیدر آباد میں شمار ۱۲۰ (فارسی) کے تحت محفوظ ہے۔ افسوس ہے کہ ہندوستان میں ہونے کے باعث ہم اس نسخے کے ملاحظے سے محروم ہیں)

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کا زمانہ آٹھویں صدی ہجری کا آغاز ہے جبکہ فوائد الفواد کے موجود متون بارھویں اور تیرھویں صدی ہجری کی خبرلا رہے ہیں، اس طویل زمانی تفاوت میں جن تصحیفات و انحرافات کا امکان ہو سکتا ہے ان کی اندازہ گیری کے لیے کسی دوسرے خطی نسخے کی مطبوعہ نسخے سے موازنے کی مثال پیش کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ خود فوائد الفواد سے متعلق بعض قدیم کتب کے مندرجات اور فوائد الفواد کے موجود متون کا موازنہ ہی کافی ثبوت فراہم کر دیتا ہے، یہی سبب ہے جس کے باعث پروفیسر نثار احمد فاروقی نے فوائد پر اپنے فاضلانہ مقدمے میں، معلوم قلمی نسخوں اور دوسری کتابوں کی مدد سے اس کا متن نہایت دیدہ ریزی کے ساتھ مدون کرنے کی ضرورت کا احساس دلایا ہے (۴۱)

صغانی کو بدایونی قرار دینے کے لیے سید ہاشمی فرید آبادی کی تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت اور تاریخ ہند کا حوالہ بھی دیا ہے، ہر چند کہ سید ہاشمی فرید آبادی صاحب جدید دور کے باشندے ہیں تاہم اس حوالے سے ان کے زاویہ نگاہ پر بھی ایک نظر ڈالنی ضروری ہے، انہوں نے صغانی کے حوالے سے نہ صرف یہ لکھا کہ وہ "بداوں میں پیدا ہوئے تھے" بلکہ یہ بھی فرمایا کہ

ماثرالکرام میں "انہیں غلطی سے لاہوری لکھ دیا (۲۲) "گیا ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ محض غلط فہمی پر مبنی بیانات ہیں جیسا کہ خود بعد ازاں سید ہاشمی فرید آبادی صاحب نے اپنی ایک اور کتاب ماثر لاہور میں اس غلطی کو تسلیم کرتے ہوئے لکھا:

"فوائد الفواد میں سلطان المشائخ کی زبانی ان بداونی صغانی کے حالات آئے ہیں مولف کتاب یا بعد کے کاتبوں نے انھیں امام صغانی لاہوری سے ملتبس کر دیا ہے اس سے راقم الحروف کو پہلے اپنی تاریخ ہند' (جامعہ عثمانیہ) اور پھر تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت کی تالیف کے وقت مغالطہ ہوا" (۲۳)

اگرچہ ہاشمی صاحب کا ایک مغالطہ اس تحریر میں بھی موجود ہے یعنی صغانی نام کی دو شخصیات کا مفروضہ' تاہم فوائد الفواد کے بیان سے ان کے "عدم اطمینان" اور اپنے زاویہ نگاہ سے رجوع کے لیے محولہ بالا اقتباس اہم ہے۔

صغانی کے فرزند لاہور ہونے کے حق میں مصنفین و مولفین کی ایک بڑی تعداد کے بیانات موجود ہیں' ان بیانات کا ڈھیر لگانے کی بجائے ہم صرف دو امور کی طرف قارئین محترم کی توجہ مبذول کرانا چاہیں گے' جن سے صرف نظر کرنا ممکن نہیں۔

۱۔ صغانی نے خود لاہور کو اپنی جائے ولادت قرار دیا ہے' تصدیق کے لیے العباب کے حوالے سے علامہ احمد آفندی کا بیان ملاحظہ ہو

"مولف لاہور میں پیدا ہوئے تھے جو ہندوستان (پاکستان) کے شہروں میں سے ایک نہایت عمدہ اور آباد شہر ہے اسی کو لھاور بھی کہتے ہیں (کذا) (۲۴)

۲۔ یہ بتانے سے کہ مولانا کمال الدین زاہد' جن سے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے مشارق الانوار کا درس لیا بہ دو واسطہ صغانی کے شاگرد تھے "قرب زمانی" کا ثبوت لانا مقصود ہے اول تو محض قرب زمانی اور خاص شہر کے مولد ہونے کا ثبوت فراہم نہیں کرتا جب تک کوئی ٹھوس بنیاد موجود نہ ہو' دوسرے قرب زمانے کے اعتبار سے "العبر فی خبر من غبر" میں حافظ ذہبی کا بیان ملاحظہ کرنا چاہیے' جس میں انہوں نے صغانی کے ترجمے میں لکھا ہے۔

ولد سنة سبع وسبعين وخمس مئاة بلوبور (۴۵)

ذہبی، حافظ دمیاطی کے شاگرد ہیں جیسا کہ خود انہوں نے تذکرۃ الحفاظ میں صراحت کر دی ہے (۴۶) اور حافظ دمیاطی براہ راست، صغانی کے اکبر تلامذہ میں سے ہیں (۴۷) صرف ذہبی ہی نہیں ایسا ہی بیان خود حافظ دمیاطی سے بھی منقول ہے جس سے، لاہور کا صغانی کا مولد ہونا واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے۔

قال تلمیذہ الحافظ الدمیاطی سالت شیخنا عن مولدہ غیرمرہ فقال لی: ولدت بلوہور (۴۸)

ان دلائل کی روشنی میں ہم بہ آسانی کہہ سکتے ہیں کہ صغانی لاہور میں پیدا ہوئے تھے اور بدایوں سے ان کا انتساب غلط فہمی کے سوا کچھ حقیقت نہیں رکھتا والعلم عنداللہ۔

حوالہ جات و حواشی

۱۔ احمد خان، ڈاکٹر، عربی لغت نویسی میں صغانی کی خدمات (تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی ۱۹۸۱ء مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور Tare iv ۲۳ صفحہ ۳۵

۲۔ منہاج السراج، ابو عمر منہاج الدین: طبقات ناصری مرتبہ عبدالحی حبیبی قندھاری مترجمہ غلام رسول مہر، لاہور اردو سائنس بورڈ ۱۹۸۵ء ج اول ص ۴۳۵

۳۔ پیر محمد حسن، ڈاکٹر (مرتب) العباب الزاخر و اللباب الفاخر تالیف رضی الدین حسن بن محمد الصغانی عراق: مجمع العلمی العراقی ۱۹۷۸ء الجزء الاول، القسم الاول ص ۱۲

۴۔ خرم علی، بلہوری (مترجم) تحفۃ الاخیار ترجمہ مشارق الانوار کانپور: ۱۲۹۱ھ ص ۵

مولوی صاحب موصوف نے لکھا ہے": رضی الدین حسن بن حسن صغانی ۔ چغان ماوراء النہر کی ولایت میں ایک شہر کا نام ہے وہاں پیدا ہوئے"

۵۔ خلیق احمد نظامی، تاریخ مشائخ چشت، دہلی: ادارہ ادبیات س ۔ ن ص ۱۹۹

۶۔ خلیق احمد نظامی، بدایوں اسلامی ہند کے دور اول میں، در رسالہ ذوالقرنین، بدایوں نمبر (بیادگار سلور جوبلی) زیر ادارت / وحید الدین نظامی ۱۹۵۶ء ص ۲۵

۷۔ ہاشمی، فرید آبادی، سید، تاریخ ہند، کتاب دوم حیدر آباد دکن: دارالطبع سررشتہ تالیف و ترجمہ ۱۹۲۱ء ص ۲۶۲

۸۔ نظامی بدایونی، بدایوں سے خطاب (نظم) در رسالہ ذوالقرنین بدایوں نمبر محولہ بالا ص ۸

۹۔ ضیاء احمد بدایونی، علامہ صغانی کا وطن، در رسالہ ذوالقرنین محولہ بالا ص ۲۱

۱۰۔ فرشوری، محمد رضی الدین، مولوی۔ بدایونی، ذکر الصالحین کفارۃ الذنوب تذکرۃ الواصلین۔ بدایوں کے اولیائے کرام اور شہدائے عظام کے تاریخی حالات، بدایوں: نظامی پریس بار دوم ۱۹۴۵ء ص ۹۶

۱۱۔ ضیاء احمد بدایونی، محولہ بالا ص ۱۵

۱۲۔ خلیق احمد نظامی، حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی، دہلی: ندوۃ المصنفین ستمبر ۱۹۵۳ء ص ۱۲

۱۳۔ ضیاء احمد بدایونی، محولہ بالا ص ۲۹، ۳۰

۱۴۔ فرشوری، محمد رضی الدین، محولہ بالا ص ۹۹، ۱۰۰

۱۵۔ خلیفہ، حاجی، کشف الظنون ۱۶۸۷

۱۶۔ اسمٰعیل پاشا البغدادی، ایضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون لبنان (س۔ن) ۴۸۳

۱۷۔ زاہد منیر عامر، صغانی کی مشارق الانوار۔ ایک جائزہ در مجلہ تحقیق لاہور: دانش گاہ پنجاب ج ۱۳ ش ۵۱، ۵۲ (۱۹۹۲ء) ص ۱۰۷۔ ۱۲۰

۱۸۔ عبدالحئی لکھنوی، مولانا سید، نزہۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر مترجمہ ابو یحیی امام خان نوشہروی لاہور: مقبول اکیڈمی ۱۹۸۵ء ج اول ص ۱۷۳

۱۹۔ (بحوالہ) خلیق احمد نظامی، تاریخ مشائخ چشت دہلی: ادارہ ادبیات ص ۳۱۳

خلیق احمد نظامی نے یہی بات "حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی میں بدین الفاظ دہرائی ہے:

عہد بلبنی کے ایک مشہور عالم اور بزرگ مولانا کمال الدین زاہد تھے، شیخ نظام الدین اولیا نے ان سے مشارق الانوار کا درس لیا تھا (دہلی: ندوۃ المصنفین ستمبر ۱۹۵۳ء ص ۲۲

۲۰۔ امیر حسن علا سنجری دہلوی (مرتب) فوائد الفواد مترجمہ خواجہ حسن ثانی نظامی دہلی: اردو اکادمی (اشاعت سوم) ۱۹۹۲ء ص ۵۳۱، ۵۳۲

۲۱۔ فاروقی ، نثار احمد پروفیسر، مقدمہ، فوائد الفواد محولہ بالا ص ۱۷۳

فوائد الفواد کے متن میں تصحیف کی صرف ایک مثال ملاحظہ فرمایئے، فوائد الفواد کے جس نسخے کا یہاں حوالہ دیا گیا ہے، اس کے مقدمے میں پروفیسر نثار احمد فاروقی نے سابقہ اردو تراجم کے نقائص بتاتے ہوئے پروفیسر سرور مرحوم کے ترجمے کی مثال دی ہے جنہوں نے "او منحرف شدبد و نر سید" (نون معجمہ کے ساتھ) کو بدو تر سید (تائے قرشت کے ساتھ) پڑھا اور اسی طرح ترجمہ کیا: "انہوں نے منہ موڑ لیا اور مشرف سے گھبرانے لگے" (مقدمہ محوالہ بالا ص ۱۸۰) فوائد کے محوالہ بالا نسخے میں، جسمیں کہ فاروقی صاحب کا یہ مقدمہ شامل ہے، بہت اہتمام کے ساتھ فارسی متن شائع کیا گیا ہے خود اس متن کے صفحہ پر یہی عبارت واضح طور پر ویسے ہی چھپی ہے جیسے کہ سرور صاحب مرحوم نے غلطی سے پڑھی تھی، یعنی، اور "منحرف شد بد و ترسید"

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

۲۲۔ ہاشمی فرید آبادی، مولوی ، سید : تاریخ ہند کتاب دوم برائے انٹرمیڈیٹ حیدر آباد دکن : دارالطبع جامع عثمانیہ ۱۹۲۱ء ص ۲۶۲ ، ۲۶۳

۲۳۔ ہاشمی فرید آبادی، مولوی سید ، ماثر لاہور لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ س ۔ ن جز و دوم ص ۱۵۹

سید ہاشمی فرید آبادی صاحب نے اس غلط فہمی کے ازالے کے لیے سید صباح الدین عبدالرحمن صاحب کا شکریہ ادا کیا ہے اور لکھا ہے کہ "پہلے بھی فوائد الفواد کی بات سے میرا دل پوری طرح مطمئن نہ تھا" (حاشیہ ص ۱۵۹

سید صباح الدین عبدالرحمن صاحب کا موقف جاننے کے لیے خود انھیں کا بیان ملاحظہ کرنے کی ضرورت ہے۔ فہو ہذا

"او از بداون بود کے اجمال بیان سے وثوق کے ساتھ یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ بداون ہی ان کا مولد تھا ممکن ہے صرف منشا رہا ہو شاید اپنے مولد لاہور سے آ کر بداون میں نشو و نما اور تعلیم پائی ہو"

(بزم مملوکیہ ، اعظم گڑھ : مطبع معارف ۱۹۵۴ء ص ۳۴)

۲۴۔ احمد آفندی ، الجاموس علی القاموس، قسطنطنیہ: مطبع الجواتب ۱۲۹۹ھ ص ۲۴ (بحوالہ معارف اعظم گڑھ جنوری ۱۹۵۹ء ص ۱۹)

۲۵۔ ذہبی ، شمس الدین ، الحافظ العبری فی خبر من غبر بہ تحقیق الدکتور صلاح الدین المنجد، کویت : التراثات العربی وزارت الارشاد ۱۹۶۶ء ص ۲۰۵

۲۶۔ ذہبی، شمس الدین، الحافظ، تذکرۃ الحفاظ ۳، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸

۲۷۔ پیر محمد حسن، ڈاکٹر (مرتب) العباب الزاخر و اللباب الفاخر محولہ بالا ص ۲۱

۲۸۔ پیر محمد حسن، ڈاکٹر (مرتب)، العباب الزاخر و اللباب الفاخر محولہ بالا ص ۵